© rasailojaraid.com

مسئلہ خلقِ قرآن اور جرح وتعدیل پر اس کے اثرات

مولانا محبوب فروغ احمد

یہ ایک واقعہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو غیروں سے زیادہ، اپنوں سے نقصان پہنچا اور بعض اوقات تو اپنوں سے پہنچنے والا نقصان اتنا سنگین ہوا کہ اس کا تصوّر ہی کلیجہ کو تھرّا کر رکھ دیتا ہے، حیرت ہوتی ہے کہ اسلام کا نام لینے والے، مسلم نوازی کا دم بھرنے والے یک دم کس طرح بدل جاتے ہیں، کیا گرد وپیش کا ماحول اس طرح بھی اثر انداز ہوسکتا ہے کہ آدمی عقل ہی کھو بیٹھے؟ کیا شیطانی وساوس اور فریب کاری کا تانا بانا اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ ساری کوششیں رائیگاں جائیں، بلکہ روز بروز شدت اور تناؤ ہی پیدا ہوتا چلا جائے؟

مسئلہ خلقِ قرآن کی ابتدائی وانتہائی تاریخ، اس کا عروج وزوال کچھ اسی طرح ہے جو اوّلاً یہود کی فریبی تحریک معتزلہ کی شکل میں ظاہر ہوئی پھر معتزلہ کے عقائد کی چھاپ امراء وحکامِ سلطنت پر پڑی۔ ان کے ذہن ودماغ اس سے متاثر ہوئے، ان سب کی وجہ سے اس نے دینی رخ اختیار کرلیا۔

فرقۂ معتزلہ

معتزلہ اسلام مخالف ایک فرقہ ہے، جس کی داغ بیل صحابہ کے دور ہی میں یہودیوں کے ہاتھوں پڑ چکی تھی اور تابعین کے دور میں یہ منصۂ شہود پر آگیا تھا، اموی دور میں اس نے بال وپر نکالے اور عباسی دور میں تو یہ پورے اسلامی فکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر عرصۂ دراز تک حاوی رہا۔ اس فرقے نے عقل کو نقل پر اس قدر ترجیح دی کہ ہر چیز کو نقل سے پہلے عقل کی کسوٹی پر پرکھا۔ جو ان کی عقلِ نارسا کے موافق نظر آیا، اسے تو ہاتھوں ہاتھ لیا، لیکن جو ان کی عقل کے ماورا وحی و نبوت سے متعلق رہا، اسے اس طرح جھٹک دیا جس طرح گرد و غبار، کپڑوں سے جھٹکا جاتا ہے۔

دراصل یہ وہ طبقہ تھا جو یونانی و سریانی فلسفہ سے متاثر ہوا، دوسری صدی میں ان علوم کا تعارف اور ان کے علماء سے اختلاط اس طرح ہوا کہ ان کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا بیڑا، دار الخلافت نے اٹھایا، ان کی ذہانت میں گہرائی اور پختگی سے زیادہ سطحیت اور جدت تھی، اس کے نتیجہ میں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے باہمی تعلق، کلام الٰہی، رویتِ باری، مسئلۂ عدل، تقدیر، جبر و اختیار سے متعلق ایسے مباحث و مسائل پیدا ہوئے، جو دینی حیثیت سے اس قدر ضروری تھے اور نہ دنیاوی حیثیت سے مفید۔ اس طبقہ کی باگ ڈور معتزلہ نامی فرقہ کے ہاتھوں میں تھی، ابو الحسن خیاط، اپنی کتاب "الاختصار" میں ان کے عقائد کا خلاصہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کوئی شخص جب تک ذیل کے اصولِ خمسہ کا معتقد نہ ہو، معتزلی کہلانے کا سزاوار نہیں ہو سکتا: (۱) توحید (۲) عدل (۳) وعد و عید (۴) کفر و اسلام کے مابین ایک منزل (۵) امر بالمعروف و نہی عن المنکر" [۱]۔

پھر ان اصولِ پنج گانہ کی تشریح و تفسیر، عقل کی مدد سے کی گئی جن کا اسلام کے بنیادی عقائد پر براہِ راست اثر پڑا، بالخصوص عقیدۂ توحید اور عدل پر اس قدر زور دیا گیا کہ یہ لوگ اصحاب التوحید والعدل کہلانے لگے، عقیدۂ توحید کی تشریح کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایسے وصف سے متصف نہیں کیا جا سکتا جو خلق میں پایا جاتا ہو اور حادث و فانی ہو... الخ [۲]

لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ معانی (کلام، سمع، بصر، علم، ارادہ وغیرہ) کو محال سمجھنے لگے۔ اسی ضمن میں قرآن پاک جو کلام الٰہی ہے، اس کے صفتِ خداوندی ہونے کا انکار کر بیٹھے، بلکہ اس کو مخلوق مان کر، عام مخلوقات کی طرح حادث گردانا، پھر نظری و فکری بحث و مباحثہ کا دور شروع ہوا، حکومت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا کچھ خاص لگاؤ نہ رہا، بلکہ بعض اوقات شاہانِ وقت کو ان مباحث سے اس قدر الرجی ہوتی کہ قتل و قتال تک کی نوبت آ پہنچتی۔

نقطۂ آغاز

یہ فتنہ دراصل اموی دور کی پیداوار ہے، عباسی دور میں اس کی خوب نشوونما ہوئی، بالآخر یہ اسی دور میں اپنی موت آپ مر گیا، تاریخی روایت کے مطابق سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھانے والا شخص جعد بن درہم ہے جو خلافتِ امیہ کے آخری
۱ تاجدار بادشاہ مروان الجعدی (ولادت ۷۲ھ/۶۹۲ء، وفات: ۱۳۲ھ/۷۵۰ء) کے دور میں سن ۱۱۸ھ میں زندقہ و الحاد کی حالت میں مارا گیا، ابن اثیر نے ایک تاریخی بیان نقل کیا ہے جس سے جعد بن درہم کی قلعی کھل جاتی ہے:

هو أول من قال بخلق القرآن، وهو الذي ينسب إليه مروان الجعدي، وهو مروان الحمار آخر خلفاء بني امية، كان شيخه الجعد بن درهم، قد أخذ الجعد بدعته عن بيان بن سمعان وأخذها بيان عن طالوت بن أخت لبيد بن اعصم زوج ابنته، وأخذها لبيد بن اعصم الساحر الذي سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يهودي باليمن، وأخذ عن الجعد الجهم بن صفوان ..... وأخذ بشر المريسي عن الجهم وأخذ أحمد بن أبي داؤد عن بشر [3]

مسئلہ خلق قرآن کو سب سے پہلے اٹھانے والا شخص جعد بن درہم ہے، اسی کی طرف مروان الجعدی منسوب ہے جو مروان الحمار کے نام سے بھی مشہور ہے اور جو بنی امیہ کے خلفاء میں سے آخری خلیفہ ہے، اس کا استاذ جعد بن درہم ہے، جس نے یہ بدعت بیان بن سمعان سے لی ہے، بیان نے طالوت بن اخت لبید بن اعصم سے جو اس کا داماد تھا، اور لبید نے، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو کیا تھا، یمن کے ایک یہودی سے لیا۔ البتہ جعد سے لینے والا جہم بن صفوان ہے، اور جہم سے بشر بن غیاث المریسی، اور بشر سے احمد بن ابی داؤد قاضی القضاۃ خلفائے بنی عباس نے لیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے یہ بات بالکل صاف جھلکتی ہے کہ اس کا تانا بانا یہودیوں سے جڑتا ہے اور بالکل تسلسل کے ساتھ یہ بدعت منتقل ہوتی ہوئی دورِ عباسی تک پہنچی، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ جہم کی بشر سے ملاقات نہیں ہے، لیکن اس نے اس کے کلام سے استفادہ کیا ہے۔

ولم یدرك بشر الجهم بن صفوان، إنما أخذ مقالته، و احتج لها، ودعا إليها[۲۸]

جہم بن صفوان جو فرقہ جہمیہ کا بانی ہے، اس کے متعلق علامہ زرکلی لکھتے ہیں:

جهم بن صفوان (۱۲۸ھ/	جہم بن صفوان السمرقندی ابو محرز بنی
۷۴۵ء) السمرقندي أبو محرز	راسب کے موالی سے تعلق رکھتا ہے،
من موالي بني راسب رأس	جہمیہ کا بانی ہے، امام ذہبی نے اس کے
الجهمية، قال الذهبي:	بارے میں کہا ہے کہ گمراہ بدعتی تھا، صغار
الضال المبتدع، هلك في	تابعین کے دور میں ہلاک ہوا، اس نے
زمان صغار التابعين، وقد	ایک عظیم شر کا بیج بو دیا، حارث بن سریج،
زرع شرًّا عظيمًا، كان	جس نے امراء خراسان کے خلاف علَم
يقضي في عسكر الحارث	بغاوت بلند کر رکھا تھا، اس کے لشکر
بن سريج الخارج على أمراء	میں جہم قضا کا کام کرتا تھا، نصر بن سیار
خراسان، فقبض عليه نصر	نے اس کو گرفتار کیا، تو جہم نے زندگی
ابن سيّار فطلب جهم	کی بھیک مانگی، لیکن نصر نے کہا: یمانیوں
استبقاءه فقال نصر	کے ساتھ جس قدر تم ہمارے خلاف
لا تقوم علينا مع اليمانية	رہ چکے ہو، اس سے زیادہ نہیں رہ سکتے،
أكثر مما قمت، وأمر	پھر اسے قتل کا حکم دے دیا، چنانچہ وہ
بقتله، فقتل[۲۹]	قتل کر دیا گیا۔

جہم کے بعد اس مسئلہ کو سب سے زیادہ بشر بن غیاث المریسی (المتوفی ۲۱۸ھ/۸۳۳ء) نے اچھالا۔ یہ بھی فرقۂ معتزلہ سے تعلق رکھتا تھا، فلسفہ سے متاثر، بلکہ اس کا داعی تھا، نسلاً یہودی تھا، ہارون رشید کے دور میں چھپا رہا، کیوں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہارون نے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق کلام کرنے والوں کے خلاف قتل کا حکم دے دیا تھا، ابن اثیر لکھتے ہیں:

وهو بشر بن غياث بن	بشر بن غیاث بن ابی کریمہ ابو عبدالرحمٰن
أبي كريمة أبو عبد الرحمٰن	المریسی جو متکلم، معتزلہ کا شیخ اور مامون کو
المريسي المتكلم شيخ المعتزلة	گمراہ کرنے والوں میں سے تھا، ابن خلکان
وأحد من أضل المامون	کہتے ہیں: کہ اس شخص نے مسئلہ خلق قرآن
..... قال ابن خلكان: جدّد	کے قول کی تجدید کی، اس سے مختلف قسم
القول بخلق القرآن	کے اقوالِ شنیعہ منقول ہیں، وہ مرجئی تھا
وحكي عنه أقوال شنيعة وكان	اسی کی طرف مرجیہ کی ایک شاخ "مریسیہ"
مرجئاً وإليه تنسب المريسية من المرجئة	منسوب ہے، وہ کہتا تھا کہ سورج، چاند
وكان يقول: إن السجود للشمس و	کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے، صرف علامت
القمر ليس بكفر، وإنما هو علامة للكفر[۲]	کفر ہے۔

مسئلہ خلقِ قرآن میں سیاسی رنگ

ایک عرصہ تک یہ مسئلہ فکری سطح سے اوپر نہ اٹھ سکا، صرف علمی حلقوں میں بحث ومباحثہ کی حد تک جانا جاتا تھا، مگر بعد میں چل کر یہ سیاسی رنگ اختیار کر گیا اور حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھنے لگا۔ اس کے نتیجے میں، دین بالخصوص حدیثِ رسول کے سلسلے میں جو نقصان امت کو سہنا پڑا، اس کی مثال شاید ہی مل سکے۔

اس سلسلے میں تاریخی اعتبار سے پندرہ سالہ دور جو عباسی خلفاء المامون، معتصم اور واثق کی خلافت کا دور ہے، انتہائی سخت مانا گیا ہے۔ اس دور میں ان تینوں حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے، خلقِ قرآن کے نظریہ کی حمایت ہی نہیں کی، بلکہ اسے سرکاری مسلک قرار دیا۔ جس نے اسے نہ مانا، اس کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں، بعض پر کوڑوں کی بے تحاشا مار پڑی کہ ہوش وحواس جاتا رہے، بعض کے ہاتھ اکھڑوا دئیے گئے، بعض کو تاریک جیلوں میں بند رکھا گیا، حتیٰ کہ بعض کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اسی لیے تاریخ وحدیث کے اوراق میں یہ مسئلہ "المحنۃ" کے نام سے مشہور ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی سے مشتق کر کے "امتحن" یا ابتلی بالامتحان اَو بالمحنۃ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

اس مسئلہ کو سب سے پہلے مامون کے دور میں سرکاری حیثیت حاصل ہوئی، اس لیے مناسب ہے کہ اس کے حالاتِ زندگی پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

مامون اور مسئلہ خلقِ قرآن کی سرپرستی

عبداللہ المامون اور محمد الامین دونوں بھائی اور ہارون رشید کے بیٹے تھے۔ محمد الامین کے بعد مامون خلیفہ بنا، مامون جمعہ کی شب، ربیع الاول ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا، اسی رات، اس کے چچا 'ہادی' کی وفات اور باپ ہارون الرشید کی تاج پوشی ہوئی، ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں اپنے بھائی "امین" کے بعد خلیفہ بنا، پورے بیس سال پانچ ماہ تک خلیفہ رہا، آخر ۲۱۸ھ میں طرسوس میں انتقال کیا۔

مامون شروع سے ہی علم دوست تھا، خاندانی شرافت کے ساتھ، ذاتی ذہانت وذکاوت بھی کام کر رہی تھی، حافظہ غضب کا تھا، ایک روز حدیث کے املا کے لیے بیٹھا تو مجلس میں یحییٰ بن اکثم ودیگر اکابر آ کر بیٹھ گئے، مامون نے اس مجلس میں اپنی یادداشت سے تیس حدیثیں املا کرائیں، ابن اثیر اس کے حالات میں لکھتے ہیں:-

وکانت لہ بصیرۃ بعلوم متعددۃ: فقہاً وطبّاً وشعراً وفرائض، وکلاماً، ونحواً وغریبہٗ وغریب حدیث، وعلم النجوم [۵]	مامون مختلف علوم وفنون، فقہ، طب، شعر، فرائض، علم کلام، علم نحو، غریب النحو، غریب الحدیث اور علم نجوم کی بصیرت رکھتا تھا۔

مامون کے متعلق علم فرائض کا ایک عجیب وغریب واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز وہ مجلس میں تھا، علماء وامراء بھی اس کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور فریادی ہوئی کہ امیر المومنین میرے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس نے چھ سو دینار چھوڑے مگر مجھے ان میں سے صرف ایک دینار ملا، مامون نے فوراً کہا، تجھے تو تیرا حق مل گیا ہے۔ تیرے بھائی کے ورثا میں دو بیٹیاں، ماں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیوی، بارہ بھائی اور تو (ایک بہن) ہے۔ عورت نے کہا ہاں! ایسا ہی ہے۔ پھر مامون نے کہا: دونوں بیٹیوں کو دو تہائی چار سو دینار ملے، ماں کو چھٹا حصہ سو دینار ملے، بیوی کو آٹھواں حصہ ۷۵ دینار ملے اس طرح پانچ سو پچھتر تو مکمل ہوئے اب بارہ بھائی ایک بہن بچے، تو بھائیوں کو دو دو، اور بہن کو ایک دینار، حساب برابر سرابر ہو گیا۔

مامون کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: "عقائد کے لحاظ سے مامون معجونِ مرکب تھا، قرآن کے حادث ہونے کا قائل تھا۔ عام منادی کرا دی تھی کہ جو شخص امیر معاویہ کو اچھا کہے وہ دائرۂ اطاعت سے باہر ہے[۸]"

پھر آگے لکھتے ہیں:

"برامکہ کی صحبت نے جو اس کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے رہنما تھے، اس کو شیعہ پن کے خیالات سکھائے، آخر میں معتزلی اپنے فضل و کمال کی وجہ سے باریاب ہوئے، مامون کی قابل طبیعت نے ان کے عقائد کو بھی خیر مقدم کہا، اس دو طرفہ کشمکش میں سنیت کا جس قدر حصہ باقی رہ گیا وہ صرف خاندان کا قدرتی اثر تھا[۹]"

اسی دو رنگی طبیعت کا نتیجہ تھا کہ اس نے "بدعت" کو جلدی قبول کیا، سنیوں کو بھی اپنی مجلس میں جمع کیا، مگر احقاقِ حق کے لیے نہیں بلکہ مناظرہ کے لیے، وہ ذاتی طور پر مذہبِ اعتزال کی طرف مائل تھا، اس کی مجلسوں میں اعتزال پسند علماء کی پذیرائی خوب سے خوب تر تھی، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

قد كان فيه تشيّع و	اس میں تشیّع و اعتزال کے
اعتزال وجهل بالسنة	ماسوا سنتِ صحیحہ سے جہالت بھی پائی
الصحيحة .... وكان	جاتی تھی، چنانچہ آخری حال اعتزال ہی
على مذهب الاعتزال	کا تھا، اس کے ارد گرد، پوری ایک
لأنه اجتمع بجماعة	جماعت تھی، جن میں بشر بن غیاث بھی
منهم بشر بن غياث	تھا، چنانچہ ان حضرات نے اس کو فریب
المريسي، فخدعوه، أخذ	میں رکھا، مامون نے ان فریبیوں سے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عنهم المذهب الباطل
وكان يحب العلم، ولم يكن
لهم بصيرة نافذة فيه،
فدخل عليه بسبب ذلك
الداخل، وراج عنه الباطل
ودعا إليه، وحمل الناس
عليه قهراً وذلك في آخر
أيامه وانقضاء دولته ؎

باطل مذہب قبول کیا، وہ علم دوست
تھا، لیکن کامل بصیرت نہ تھی، چنانچہ
اسی وجہ سے، دسیسہ کاروں کی دسیسہ کاری
کامیاب ہوئی اور باطل اس کے پاس
رواج پا گیا اس نے اس باطل کی دعوت
بھی دی، بلکہ آخری دور میں، بالخصوص
خلافت کے آخری سال زبردستی لوگوں
کو اس پر مجبور بھی کیا۔

مامون کا حال بیان کرتے ہوئے شیخ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:۔

"جب مشہور معتزلی ابو ہشام فوطی دربار میں حاضر ہوتا، تو مامون اس کے احترام میں سروقد کھڑا ہو جاتا اور کسی کے ساتھ یہ رویہ اختیار نہ کرتا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مامون نے ابو ہذیل علاف سے ادیان و مذاہب کا علم حاصل کیا تھا، علاف کا شمار معتزلہ کے ائمہ میں ہوتا تھا"؎

مامون کے مذہبِ اعتزال سے متاثر ہونے کا یہ حال تھا کہ جب ۲۱۸ھ میں اس کا آخری وقت آ پہنچا تو اس نے معتصم کو خلیفہ نامزد کرتے ہوئے درج ذیل وصیت کی:

وأوصى المعتصم بتقوى
الله عز وجل، والرفق
بالرعية، وأوصاه أن
يعتقد ما كان يعتقد
أخوه المامون في القرآن
وأن يدعو الناس إلى
ذلك، وأوصاه بعبدالله
بن طاهر، وأحمد بن ابراهيم
وأحمد بن أبي داؤد، وقال

معتصم کو بایں الفاظ وصیت کی کہ
اللہ سے ڈرتے رہنا، رعایا کے ساتھ
نرمی کا برتاؤ کرنا، نیز وصیت کی کہ قرآن
کے سلسلے میں اپنے بھائی کا جو مسلک
ہے اس سے انحراف نہ کرنا، بلکہ لوگوں
کو بھی اس کی دعوت دینا، پھر عبداللہ
بن طاہر، احمد بن ابراہیم اور احمد بن ابی
داؤد (معتزلی) کے سلسلے میں وصیت
کی کہ احمد بن ابی داؤد سے ہمیشہ مشورہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاورہ فی اُمورك، ولا تفارقه — لیتے رہنا، اس کو الگ مت کرنا، البتہ
وایاك ویحیی بن اکثم ان تصحبه[۲۱] — یحییٰ (محدث) سے ہمیشہ بچتے رہنا۔

اس سے اس کی ذہنیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ کس حد تک معتزلہ سے قریب، بلکہ خلق قرآن کے مسئلہ میں متشدد تھا اور احمد بن ابی داؤد جس کو اس نے زندگی بھر اپنا مشیر خاص بلکہ دخیلِ کار بنائے رکھا، آخر وقت میں بھی اس کی وصیت سے اپنے دامن کو بچا نہ سکا۔ اس صحبتِ بد کا جو اثر پڑنا تھا، وہ پڑ کر رہا، ۲۱۲ھ میں اس نے سرکاری مسلک کا اعلان کر دیا، مجلسِ مناظرہ منعقد کر کے، امکانی حد تک اپنے نظریہ کی تائید میں دلائل فراہم کرتا، لیکن ابھی تک لوگ آزاد تھے کہ جو مسلک چاہیں اختیار کریں، مگر ۲۱۸ھ میں، جس سال مامون کا انتقال ہوا، معتزلہ کے اس ٹولے نے، جو اس کے گرد تھا، اس کو ذہن نشین کرا دیا کہ اب لوگوں کو اس بدعت کے ماننے پر مجبور کیا جائے، چنانچہ مامون نے "رقہ" سے، جہاں وہ مقیم تھا بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو صرف چار ماہ میں تین خط لکھے، پہلے خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا: "سب قاضیوں کو جمع کریں، امیر المومنین کا حکم سنا دیں، ان کا امتحان لیں، خلقِ قرآن سے متعلق ان کا اعتقاد خوب اچھی طرح معلوم کریں، نیز یہ بھی ذہن نشین کرا دیا جائے کہ امیر المومنین "خلق القرآن" کے تئیں یہ نظریہ رکھتے ہیں، لہٰذا جن لوگوں کے عقائد سے امیر المومنین مطمئن نہیں ہوں گے ان کو معزول کیا جائے گا، پھر انھیں کوئی عہدہ نہیں سونپا جائے گا اور جو لوگ امیر المومنین کے ہم خیال ہوں گے ان کے ساتھ سرِ عام توقیر کا معاملہ ہوگا۔"

اخیر میں اس نے لکھا کہ "ان قضاۃ کی خوب نگرانی کیجئے، ان کی آراء سے مطلع کیجئے۔" نیز اس نے اس خط میں "خلقِ قرآن" سے متعلق کچھ آیات و احادیث کا بھی ذکر کیا تھا، مامون نے محدثین کی ایک جماعت کا بھی ذکر کیا تھا کہ ان کو "رقہ" بھیجا جائے، امیر المومنین خود ان کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، چنانچہ اسحاق نے تمام قاضیوں کو جمع کیا، محدثین میں سے محمد بن سعد کاتب الواقدی، ابو مسلم المستملی، یزید ابن ہارون، یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ، زہیر بن حرب، اسماعیل بن ابی مسعود اور احمد الدورقی وغیرہ حضرات کو "رقہ" بھیجا، مامون نے وہاں مناظرے کروائے، دھمکیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیں اور سختیاں کیں، چنانچہ ان محدثین نے دل میں اپنے اصل عقیدے کو رکھتے ہوئے زبان سے، مامون کی تائید کردی، پھر سب بغداد بھیج دیے گئے۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد مامون کا ایک دوسرا خط پہنچا، جس میں اوّلاً اپنی دانست کی آیات و دلائل کا ذکر کرنے کے بعد حکم دیا تھا کہ اس پورے خط کو علماء کے سامنے پڑھیں، لوگوں کو علماء سمیت خلقِ قرآن کی دعوت دیں"۔ چنانچہ اسحاق نے ائمہ کی ایک جماعت کو جمع کیا، جن میں احمد بن حنبل، قتیبہ، ابو حیان الزیادی بشر بن الولید، ابونصر التمار، ابو معمر القطیعی، محمد بن خاتم بن میمون، محمد بن نوح الجندی سابوری المضروب، ابن الفرخان، النضر بن شمیل، ابو علی بن عاصم، ابو العوام البارد ابو شجاع اور عبد الرحمٰن بن اسحاق تھے، جب یہ لوگ اسحاق کے پاس آئے تو اس نے انھیں مامون کا خط پڑھ کر سنایا، پھر بشر بن الولید سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا وہ کلام اللہ ہے، اسحاق نے کہا: میں یہ نہیں پوچھ رہا ہوں، میرا سوال یہ ہے کہ کیا وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ انھوں نے کہا کہ خالق تو نہیں ہے۔ اسحاق نے کہا کہ میں اس بارے میں بھی نہیں پوچھ رہا ہوں تو بشر نے جواب دیا کہ: اس سے بہتر اور تو کچھ نہیں کہہ سکتا، تب جاکر اسحاق نے کہا:

تشهد ان لا اله الا الله	کیا تو گواہی دیتا ہے کہ نہیں ہے
احداً، فرداً، لم یکن قبله	کوئی معبود سوائے اللہ واحد فرد کے، نہ
شیء، ولا بعده شیء، ولا یشبهه	تو اس سے پہلے کوئی چیز ہوئی، نہ اس کے
شیء من خلقه فی معنی من المعانی	بعد، مخلوق میں سے کوئی، کسی بھی معنی میں
ولا وجه من الوجوه	اور کسی بھی طرح مشابہ نہیں ہے۔

بشر نے کہا "نعم" (ہاں)

اسحاق نے منشی کو حکم دیا کہ اس کو لکھ لیا جائے، اسی طرح اسحاق فرداً فرداً ہر ایک سے سوال کرتا رہا، اور اس لکھے ہوئے رقعہ کی تصدیق کرواتا رہا جب امام احمد بن حنبلؒ کی باری آئی تو انھوں نے کہا: القرآن کلام الله، لا ازید علی هذا (قرآن اللہ کا کلام ہے، اس سے آگے کچھ نہیں کہہ سکتا) جب رقعہ کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام احمدؒ نے ارشاد فرمایا: لیس کمثله شیء وھو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السمیع البصیر" ایک معتزلی نے دربار ہی میں ٹوکا کہ یہ کہتا ہے کہ سمیع ہے کان سے، اور بصیر ہے آنکھ سے، اسحاق نے دریافت کیا کہ آپ کی کیا مراد ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ وہی مراد ہے جو اللہ نے مراد لیا ہے۔

اسحاق نے یہ ساری سرگزشت لکھ کر مامون کو بھیج دی۔ جب مامون نے ان علماء کے جوابات پڑھے تو برہم ہوا، پھر تیسرا خط لکھا جس میں اس بات کی تاکید کی تھی کہ لوگوں کا امتحان لیا جائے، ان میں سے جو عقیدۂ خلقِ قرآن کو قبول نہ کرے، اسے پابہ زنجیر پولیس کی حراست میں امیر المومنین کے پاس روانہ کیا جائے، البتہ ابراہیم بن مہدی (جو بشر بن الولید کا شاگرد تھا) اور بشر بن الولید الکندی اگر قبول نہ کریں تو انھیں قتل کر دیا جائے، اسحاق نے فوراً شاہی فرمان کی تعمیل کی، سب کو جمع کیا اور انھیں خط پڑھ کر سنایا، چنانچہ تیس علماء میں سے صرف چار اپنی رائے پر قائم رہے، اور وہ تھے: احمد بن حنبل، محمد بن نوح، حسن بن حماد سجادہ اور عبید اللہ بن عمر القواریری، چنانچہ ان چاروں کو قید کر لیا گیا اور حفاظتی دستوں کے جلو میں امیر المومنین کے پاس روانہ کر دیا گیا، راستہ میں بھی ابتلاء وامتحان کا سلسلہ جاری تھا، سختیاں بھی برتی جارہی تھیں، چنانچہ دوسرے دن حسن بن حماد سجادہ اور تیسرے دن القواریری، سختیوں کی تاب نہ لاکر، خلقِ قرآن کے حامی ہو گئے اور صرف امام احمد اور ابن نوح بچ گئے، چنانچہ بیڑیاں سخت کر دی گئیں، لیکن جب مامون کو پتا چلا کہ جن لوگوں نے اپنی رائے سے رجوع کیا ہے ان کے دل اب تک پرانے عقیدے پر جمے ہوئے ہیں تو پھر اسحاق کو فرمان جاری کیا کہ ان سب کو بھیجا جائے، چنانچہ سب کو مامون کے پاس طرسوس جاتے پر مجبور کیا گیا، جہاں مامون اس وقت روم سے جنگ کے لیے گیا ہوا تھا، حضرت امام احمدؒ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس خبیث سے ملاقات سے محفوظ رکھ، چنانچہ یہی ہوا کہ قافلہ ابھی راستہ ہی میں تھا مامون کا انتقال ہو گیا، محمد بن نوح بھی راہی ملکِ بقا ہو چکے تھے، مگر امام احمد کو لے جایا گیا۔ بقیہ علماء رقہ سے بغداد روانہ کر دیئے گئے۔[۱۳]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام احمدؒ کی ابتلاء و آزمائش

اب ساری ذمہ داری، امام احمدؒ پر عائد ہوتی تھی، لہٰذا حکومت کے مخالفانہ رویّہ کے پورے ہدف امام احمدؒ ہی تھے۔ انھیں رقہ سے بغداد لایا گیا، چار بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی تھیں، تین دنوں تک مناظرہ ہوتا رہا، مگر آپ اپنے عقیدے پر جمے رہے، چوتھے دن ان کو والیٔ بغداد کے پاس لایا گیا۔ والیٔ بغداد نے کہا کہ اے احمد تم اپنی زندگی کو مصیبت میں کیوں ڈالے ہوئے ہو، امیر المومنین نے قسم تو نہیں کھائی ہے کہ تم کو قتل کر دیں گے، مگر اتنی بات ضرور ہے کہ مار پر مار پڑے گی، پھر حضرت امام احمد کو معتصم باللہ، جو مامون کے بعد خلیفہ بنا تھا، کے سامنے پیش کیا گیا، جب امام احمدؒ نے انکار کیا تو ۲۸ کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ایک تازہ دم چابک بردار صرف دو کوڑے لگاتا، پھر وہ چلا جاتا، دوسرے تازہ دم چابک بردار آتے، لیکن امام احمد ہر مرتبہ یہی کہتے رہے اعطونی شیئاً من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی أقول بہ (میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کوئی دلیل پیش کرو تو میں قائل ہو جاؤں گا)

امام احمد خود فرماتے ہیں کہ جب میں زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں مامون کے پاس لے جایا گیا، "رحبہ" مقام پر جابر بن عامر نامی ایک دیہاتی آیا، اس نے سلام کیا اور کہنے لگا: "اے احمد! آپ لوگوں کے پیشوا ہیں۔ ان کی دعوت کو قبول نہ کرنا، ورنہ پوری قوم کا گناہ قیامت میں تم پر ڈالا جائے گا، اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو صبر کر، اس لیے کہ تیرے اور تیری جنت کے درمیان صرف تیری شہادت ہی کا فاصلہ ہے، اگر تجھے قتل نہ بھی کیا گیا تو مرے گا ضرور اور اگر زندہ رہا تو اس طرح زندہ رہے گا کہ لوگ تیری تعریف کریں گے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس دیہاتی کی گفتگو میں اس طرح کا گداز تھا کہ میرے عزم میں اور بھی استقلال آ گیا، لیکن راستہ میں پتہ چلا کہ مامون ہلاک ہو چکا ہے، معتصم اس کا بھائی خلیفہ بن چکا ہے، وہ بھی اپنے بھائی کی ڈگر پر چلنے کا عزم رکھتا ہے۔ چنانچہ رقہ سے مجھے بغداد لے جایا گیا، رمضان آ چکا تھا، قید خانے میں ڈال دیا گیا، ۲۸ مہینے جیل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہا (بعض روایتوں میں تیس مہینے کا ذکر بھی آتا ہے) امام صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک روز مجھے قید خانے سے نکال کر ایک تاریک کمرے میں لے جایا گیا جہاں میں نے تیمّم کے لیے ٹٹولا تو پانی کا پیالہ ہاتھ لگا، میں نے وضو کر کے نماز پڑھی، پھر صبح مجھے معتصم کے پاس لے جایا گیا، اس کے پاس احمد بن ابی داؤد قاضی القضاۃ بیٹھا تھا، معتصم بعض اوقات نرم پڑ جاتا تھا، مگر ابن ابی داؤد کا شکنجہ اس قدر سخت تھا کہ اس کا قلب و دماغ ماؤف ہو چکا تھا، پھر تشدّد پر اتر آتا، مناظرہ کے لیے لوگوں کو کہتا، لوگ مناظرہ کرتے، تین دنوں تک یہ سلسلہ رہا، چوتھی شب میں نے یقین کر لیا کہ کل ضرور کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے، اس لیے بیڑیاں کس لیں، تہبند ٹھیک کر لیا کہ مبادا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے اور میری ستر کھل جائے، چوتھے دن جب مجھے معتصم کے دربار میں لایا گیا تو جلاّدوں اور کوڑا مارنے والوں کی صفیں لگی تھیں، مناظرہ شروع ہوا، ایک ایک شخص بولتا، میں اس کا جواب دیتا جاتا، ادھر ابن ابی داؤد قاضی القضاۃ اور اسحاق بن ابراہیم والیٔ بغداد مسلسل خلیفہ کو ورغلاتے رہے، یہاں تک کہ اس نے برہم ہو کر کہا: "پکڑو اور کھینچو، ان کے ہاتھ اکھیڑ دو۔" معتصم کرسی پر بیٹھ گیا، کوڑا لگانے والے بڑھے، پوری قوت سے مارا جاتا کہ اگر ہاتھی پر بھی لگتے تو وہ چیخ مار کر بھاگ جاتا، ۱۹ کوڑوں کے بعد پھر معتصم میرے پاس آیا اور کہنے لگا "احمد کہو! اپنی جان کے پیچھے کیوں پڑے ہو" لیکن میں نے پہلا سا جواب دیا کہ "کتاب وسنت سے کچھ لے آؤ" معتصم برہم ہوا اور کہنے لگا "کوڑا مارو" یہاں تک کہ میرے حواس ختم ہو گئے، مجھے جب ہوش آیا تو دیکھا کہ بیڑیاں کھول دی گئی ہیں، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ: "ہم نے تم کو اوندھے منہ گرا دیا، تم کو روندا" امام احمد کہتے ہیں "مجھ کو احساس بھی نہ ہوا"[۱۲]

اس پورے اٹھائیس ماہ کی قید وبند سے معتزلہ کو یقین ہو گیا کہ امام احمد عزم واستقلال کے پہاڑ ہیں، وہ اپنے عقیدے سے پھر نہیں سکتے، اس لیے ان کو رہا کر دیا جائے، چنانچہ امام احمد رہا ہو گئے، جب معتصم کے بعد واثق خلیفہ بنا، تو اس نے بھی علماء پر کم ستم نہ ڈھائے، مگر امام احمد سے بس اتنا تعرض کیا کہ وہ گمنامی کی زندگی گزاریں، چنانچہ امام صاحب نے اپنے گھر سے نکلنا بھی چھوڑ دیا اور اس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خفیہ طور پر فقہ وفتاویٰ اور حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔

واثق کے عہد میں علماء پر جور و ستم

واثق اپنے چچا اور باپ سے کم نہ تھا۔ اس نے امام احمد سے تو کچھ زیادہ تعرض نہ کیا، لیکن دیگر علماء پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے۔ علماء اس کے دربار میں لائے جاتے، اور انھیں سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتیں حتیٰ کہ بعض اس فتنہ کی بھینٹ چڑھ گئے، ان میں حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد مصری فقیہ یوسف بن یحییٰ البویطی اور نعیم بن حماد الخزاعی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، دونوں ایک عرصہ تک بغداد جیل میں خلقِ قرآن کے قائل نہ ہونے کی بنا پر قید رہے، آخر ان کا تابوت جیل خانہ سے ہی قبرستان کے لیے نکلا، احمد بن نصر الخزاعی کے ساتھ تو اس قدر بے دردی کا معاملہ ہوا کہ انھیں خلقِ قرآن کا قائل نہ ہونے کی وجہ سے تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ انھوں نے تڑپ تڑپ کر اپنی جان خدا کے حوالے کر دی۔[۵۱]

فتنہ کا اختتام اور اس کے اثرات

یہ فتنہ، اسلامی دور کا ایک المناک فتنہ ہے، جس میں سیکڑوں علماء اسلام، جسمانی تکلیف اور قلبی اذیت سے دوچار ہوئے، بعض نے اپنی جانیں بھی قربان کر دیں، لیکن اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہوا کہ بعض اکابر نے اسی کو معیار بنا کر، جرح و تعدیل کی بنیاد رکھ دی اور بڑے بڑے محدثین کو اسی بنیاد پر مطعون کیا گیا کہ انھوں نے کسی نہ کسی نوعیت سے اس مسئلہ میں حصہ لیا تھا، کتبِ جرح و تعدیل میں اس قسم کی تنقیدیں بکثرت ملیں گی۔ بڑے بڑے محدثین اس کی زد میں آ گئے ہیں۔ تو کیا آنکھ بند کر کے اس جرح و تنقید پر یقین کر لیا جائے اور اس طرح محدثین کو مجروح کر کے ان کا اعتبار ختم کر دیا جائے۔ یہ اسلام کی کوئی مفید خدمت ہو گی یا اس کے حق میں سخت ضرر رساں ہو گا۔ علامہ ابن قتیبہ الدینوری (۲۱۳ھ / ۲۷۶ھ) جو اس دور کے عینی شاہد ہیں، اپنی کتاب الاختلاف فی اللفظ میں اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا يخلو كتاب أُلّف بعد	امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے فتنہ آزمائش
محنة الإمام أحمد في	کے بعد جو کتاب بھی "رجال" کے باب میں
الرجال من البعد عن	لکھی گئی ہے، جن اہل بصیرت نے ان
الصواب لا يخفى على أهل	کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے ان سے مخفی
أهل البصيرة الذين درسوا	نہیں ہے کہ یہ کتابیں صدق وصواب
تلك الكتب بإمعان [۱۶]	سے دور ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس فتنہ کے بعد ایک دوسرا فتنہ شروع ہوا، جس کا اثر جرح و تعدیل کے باب میں بڑی تیزی اور پوری قوت کے ساتھ پڑا، پہلے ہم اس فن میں لکھی گئی کتابوں کی روشنی میں، بلکہ بعض صریح نصوص سے ان نتائج بد کا تتبع کریں گے، جو راست حدیث کے اس بنیادی باب پر اثر انداز ہوئے، پھر بطور مثال ان اکابر کا مختصر ذکر کریں گے، جو علم حدیث کے لیے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن وہ بھی اس فتنہ کے معنوی اثرات سے بچ نہ سکے۔

اس فتنہ کے اثرات حدیث کے باب میں اس طرح ظاہر ہوئے کہ:

(۱) کچھ حدیثیں ایسی بھی گھڑ لی گئیں جو خلقِ قرآن، یا عدم خلقِ کلام سے متعلق تھیں [۱۷]

(۲) جرح و تعدیل کے سلسلے میں ایک الگ موقف اپنایا گیا، چنانچہ مامون اور اس کے ساتھ احمد بن ابی داؤد ان تمام روایتوں کو رد کر دیتے تھے جو ان رواۃ کے طریق سے ہوتیں جو خلقِ قرآن کے قائل نہ تھے اور ان گواہوں اور ان قاضیوں کی تفسیق کیا کرتے جو ان کے عقیدے سے متصادم عقیدہ رکھتے تھے۔ اسی طرح محدثین بھی خلقِ قرآن کے قائلین کی تفسیق کیا کرتے تھے [۱۸]

(۳) اس مسئلہ میں اہلِ حق کے بھی مختلف گروہ ہو گئے، جو ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے کام لیتے تھے

(الف) جنھوں نے صبر کیا اور تمام تر مصیبتیں جھیلتے رہے، لیکن انھوں نے کبھی ان معتزلہ نواز حکمرانوں کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، جیسے امام احمد، البویطی، نعیم ابن حماد وغیرہ

(ب) کچھ وہ لوگ تھے جو ان مصیبتوں کو برداشت نہ کر سکے اور بظاہر ان حکمرانوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ہاں میں ہاں ملا دیا، لیکن ان کے دل اہلِ حق کے عقیدے پر ہی جمے ہوئے تھے، مثلاً یحییٰ بن معین، القواریری وغیرہ۔

(ج) کچھ ایسے لوگ تھے جنھوں نے قرآن کو کلامِ الٰہی تو مانا، لیکن خلق وعدمِ خلق کا فیصلہ نہ کیا، بلکہ اتنا کہتے رہے لیس بخالق (قرآن خالق نہیں ہے) جیسے بشر بن الولید الکندی وغیرہ۔

(د) ان کے علاوہ کچھ وہ لوگ تھے جو تفصیل کیا کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ جو اللہ کی صفت ہے وہ تو غیر مخلوق قدیم ہے، البتہ کلامِ لفظی، جو مخلوقات کی صفت ہے، وہ مخلوق ہے، اسی کو "لفظی بالقرآن مخلوق" (جس قرآن کو زبان سے پڑھا جاتا ہے وہ مخلوق ہے) سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے امام بخاری، امام ابوحنیفہ وغیرہ[۱۹]

(۴) چونکہ جمہور معتزلہ کا عمل، فروع میں حضرت امام ابوحنیفہ کی فقہ پر تھا، حتیٰ کہ بشر بن غیاث المریسی جو اس مسئلہ کی سرپرستی کر رہا تھا، وہ بھی حضرت امام ابویوسف کا شاگرد تھا، جب امام ابویوسف کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس کو اپنے حلقۂ درس سے نکال دیا۔[۲۰]

لہٰذا جب معتزلہ واہلِ حق کے مابین کشمکش شروع ہوئی، اور ایک نے دوسرے کی تفسیق وتضلیل تک کی، تو بعض غلو پسندوں نے ہر اس شخص کی جرح کر ڈالی جو معتزلہ کے فروعی مسلک یعنی حنفیت میں اشتراک رکھتا تھا، اسی لیے کتبِ جرح وتعدیل میں حضرت امام ابوحنیفہ تک اس قسم کی جرح سے محفوظ نظر نہیں آتے ہیں۔[۲۱]

حدیث کے باب میں یہ چار نتیجے ابھر کر سامنے آئے، ان سے امت کا غیر معمولی نقصان ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ، حدیث کے سلسلے میں اکابرِ امت کے جذبات بھی پہلے کے مقابلے میں زیادہ جوشیلے ہو گئے، اسی لیے انھوں نے امکانی حد تک حدیث ومحدثین کی حفاظت میں اپنی کوششیں صرف کیں۔

لیکن بہرحال امت کا ایک بڑا طبقہ خواہ مخواہ مشکوک ہو کر رہ گیا، حالانکہ اس پورے مسئلہ کی تنقیح سے یہ بات بالکل نکھر چکی ہے کہ یہ کس قدر اعتماد کے قابل ہے۔ بہرحال اب چندان محدثین کا ذکر مناسب ہے جو اس سلسلے میں بعض

© rasailojaraid.com

علماء کی نگاہ میں معتوب سمجھے جاتے ہیں، ویسے تو ان کی تعداد کتبِ جرح وتعدیل میں بے شمار ہے، مگر یہاں صرف ان علماء کے تذکرے پر اکتفا کیا جاتا ہے جنھیں لوگوں کی نگاہ میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ اس تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ جب یہ حضرات اس قسم کی جرح سے مجروح نہیں ہو سکتے تو دیگر رواۃ کیوں مجروح ہو سکتے ہیں؟ نیز یہ وہ حضرات ہیں جن سے بعض اکابر نے اسی بنیاد پر اجتناب کیا ہے تو کیا واقعی یہ حضرات اس قابل ہیں کہ ان سے دوری اختیار کی جائے اور ان کی روایتوں سے لوگوں کو روک کر اسلام کے بیش قیمت ذخیرے سے امت کو محروم کر دیا جائے۔

امام بخاریؒ

نام ونسب اس طرح ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبۃ (یا بذدزبۃ) الجعفی البخاری، ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے، دس سال کی عمر میں طلبِ علم شروع کی، ۱۶ سال کی عمر سے اسفارِ علمی کے سلسلے میں شام، مصر، جزیرہ دو دو بار، بصرہ چار بار گئے جبکہ حجاز میں چھ سال رہے، امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ: کوفہ و بغداد کتنی مرتبہ محدثین کے ساتھ گیا ہوں شمار نہیں کر سکتا، ابونعیم اور احمد بن حماد وغیرہ آپ کو "فقیہ ھٰذہ الامۃ" کا لقب دیتے تھے [۲۲] حافظ ذہبی نے خلاصہ کے طور پر نقل کیا ہے:

کان إماماً، حافظاً حجۃً	امام بخاری امام، حافظ، حجت، فقہ و
رأساً فی الفقہ والحدیث	حدیث کے ماہر اور مجتہد تھے، دین تقویٰ
مجتہداً، من أفراد العالم	پرہیزگاری اور للہیت میں دنیا کے چیدہ
مع الدین والورع، والتألّہ [۲۳]	لوگوں میں سے تھے۔

آپ کا انتقال قریہ "خرتنک" میں عید الفطر کی شب ۲۵۶ھ کو ہوا۔

مسئلہ خلق قرآن کا اثر آپ کی زندگی پر کیا ہوا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، کہ جب آپ کی آمد کی اطلاع نیشاپور ہوئی، تو (امام مسلم فرماتے ہیں کہ) محمد بن یحییٰ الذہلی شیخِ نیشاپور نے اپنی مجلس میں اعلان کیا کہ محمد بن اسماعیل آ رہے ہیں، جو استقبال کرنا چاہے وہ استقبال کرے، میں تو ان کا استقبال کروں گا، چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیشاپور کے امام محمد بن یحییٰ الذہلی سمیت علماء وحکام شہر نے دو مرحلے کے فاصلہ پر آکر ان کا استقبال کیا۔ آپ پوری شان وشوکت سے شہر آگئے تو پھر محمد بن یحییٰ الذہلی نے اپنے شاگردوں میں اعلان کیا: "لا تسألوه عن شيء من الكلام" (صفتِ کلام سے متعلق ان سے کچھ نہ پوچھو) اس لیے کہ اگر انھوں نے میرے عقیدے کے خلاف جواب دیا تو خواہ مخواہ منافرت پیدا ہو گی، نتیجتاً نواصب وروافض، جہمیہ ومرجیہ کو ہنسنے کا موقع مل جائے گا، روایت میں آتا ہے کہ لوگوں میں امام بخاری کی اس قدر پذیرائی تھی کہ جس جگہ آپ حدیث سناتے وہ کھچا کھچ بھر جاتی۔ لیکن کچھ عرصہ نہ ہوا کہ ایک آدمی نے ان سے یہ مسئلہ پوچھ ہی لیا، چنانچہ حضرۃ الامام نے جو جواب دیا ہے اس کے الفاظ ہر چند کہ حقیقت پر مبنی تھے، مگر وہی آپ کی ہتکِ شان کا ذریعہ بھی بنے حضرۃ الامام نے فرمایا "أفعالنا مخلوقة، وألفاظنا من أفعالنا" (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال میں سے ہیں)۔

ابو حامد بن الشرقی فرماتے ہیں کہ امام ذہلی نے کہا:

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق، ومن زعم "لفظي بالقرآن مخلوق" فهو مبتدع، ولا يجالس، ولا يكلّم، ومن ذهب بعد هذا إلى محمد بن اسماعيل فاتهموه فانه لا يحضر مجلسه إلا من كان على مذهبه[۲۴]	قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے جو کہے "لفظی بالقرآن مخلوق" تو وہ بدعتی ہے، اس کی مجلس سے احتراز کیا جائے گا، اس کی گفتگو سے پرہیز کیا جائے گا اور جو اس کے بعد محمد بن اسماعیل کے پاس جائے تو اس کو متہم سمجھو، کیوں کہ ان کی مجلس میں وہی شخص جا سکتا ہے جو ان کے مذہب پر ہو گا۔

ابن ابی حاتم الرازی لکھتے ہیں۔

قدم علیهم الری سنة ۲۵۰ھ سمع منه أبي وابوزرعة ثم تركا حديثه، عند ما كتب اليهما محمد بن يحيى النيسابوري، انه اظهر	رے آپ ۲۵۰ھ میں پہنچے، وہاں ابو حاتم وابو زرعہ نے سماع کیا، پھر ان کی حدیثیں اس وقت ترک کر دیں جبکہ امام ذہلی نے ان کو لکھا کہ وہ "لفظی بالقرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عندهم ان نفظه بالقرآن مخلوق[۲۵] مخلوق" کے قائل ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیا للہ و المسلمین ایجوز لاحد ان یقول : البخاری متروك، وهو حامل لواء الصناعة ومقدم اهل السنة والجماعة[۲۶]

کیا کسی کے لیے گنجائش ہے کہ وہ کہے کہ بخاری متروک ہے، جبکہ وہی اس علم شریف کے علم بردار ہیں اور اہل سنت والجماعت کے پیشوا ہیں۔

علی بن المدینی

امام علی بن عبداللہ بن جعفر ابن المدینی، مدینہ کے رہنے والے ہیں، بعد میں بصرہ چلے گئے[۲۷] امام بخاری و امام داؤد جیسے اکابر کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں ابن عیینہ آپ کے استاذ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: لوگ مجھے علی بن المدینی سے محبت کرنے پر ملامت کرتے ہیں، بخدا میں نے علی بن المدینی سے جتنا علمی استفادہ کیا ہے اتنا انھوں نے مجھ سے نہیں کیا ہے، امام بخاری فرماتے ہیں: مااستصغرت نفسی الا بین یدی علی۔ (میں نے اپنے آپ کو کسی کے پاس کہتر نہیں سمجھا سوائے علی بن المدینی کے[۲۸])

ابن عیینہ آپ کو "حیۃ الوادی" (وادی کا سانپ) کہا کرتے تھے[۲۹] آپ کا انتقال ذی قعدہ ۲۲۴ھ اور ایک روایت کے مطابق ۲۳۵ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۷۳ سال کی تھی، بخاری، ابو داؤد، نسائی، ترمذی میں آپ کی روایات موجود ہیں، بلکہ امام بخاری نے تو اپنی کتاب کو علی ابن المدینی کی روایت سے بالکل بھر دیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود "فتنۂ خلقِ قرآن" میں متہم ہونے کی بنا پر بعض محدثین نے آپ پر نقد اور کلام کیا ہے۔

واقعہ یہ تھا کہ آپ کو اس قدر ستایا گیا کہ نحیف و ناتواں جسم زیادہ سختیاں برداشت نہ کرسکا، ابن ابی داؤد جو اس فتنہ کا سرغنہ تھا، برابر علماء کی ایذا رسانیوں میں لگا رہتا، یہی وجہ ہے کہ علی بن المدینی سے بعض باتیں محض ابن ابی داؤد کو خوش رکھنے کے لیے بھی مروی ہیں۔ اس کی حقیقت اللہ کو معلوم ہے۔

ابراہیم حربی سے سوال کیا گیا کہ کیا علی بن المدینی متہم بالکذب ہیں؟ تو انھوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے انکار کیا اور کہا: "کان یحدث بحدیث فزاد فی خبرہ کلمۃ لیرضی بہا ابن ابی داؤد" (وہ حدیث بیان کرتے اور کسی کلمے کا اضافہ ابن ابی داؤد کو خوش کرنے کے لیے کر دیا کرتے تھے) ہر چند کہ یہ قول صیغۂ تمریض سے بیان کیا گیا ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے، محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی کہتے ہیں کہ ابن المدینی نے فرمایا

ما فی قلبی شئی مما اجبت الیہ و لکنی خفت ان اقتل قال: و تعلم ضعفی انی لو ضربت سوطا و احدا لمت[۳۰]	میرے قلب میں اس کے بارے میں جس کو میں نے قبول کر لیا، کچھ نہیں ہے، لیکن مجھے اپنے قتل کیے جانے کا اندیشہ تھا، نیز میرا ضعف تو دیکھو، اگر ایک کوڑا بھی مجھے مارا جاتا تو میں مر جاتا۔

ابن عمار اسی لیے فرمایا کرتے تھے: ما اجاب الی ما اجاب دیانۃ الا خوفاً (ابن المدینی نے محض خوف کے مارے اس کو قبول کر لیا) علی بن المدینی خود اپنا حال بیان کرتے ہیں: "لم احد بدا من متابعتھم لانی جست فی بیت مظلم و فی رجلی قید حتی خفت علی بصری" (مجھے ان کی بات مان لینے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا، اس لیے کہ میں ایک تاریک گھر میں قید کر دیا گیا تھا، میرے پاؤں میں بیڑی پڑی تھی اور مجھے اپنی بینائی کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا)

یہی وجہ ہے کہ انھوں نے خطرہ ٹل جانے پر اپنے عقیدہ کا یوں اعلان کیا:

من زعم ان القران مخلوق فہو کافر، و من زعم ان اللہ لا یری فہو کافر، و من زعم ان اللہ لم یکلم موسیٰ علی الحقیقۃ فہو کافر	جو یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے، جو کہے کہ اللہ کے لیے رویت نہیں وہ کافر ہے اور جو کہے کہ اللہ نے حقیقت میں حضرت موسیٰ سے کلام نہیں کیا وہ کافر ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

تکلم فیہ احمد و من تابعہ لاجل ما تقدم من اجابتہ فی المحنۃ و قد اعتذر الرجل عن ذلک و تاب و اناب[۳۱]	امام احمد اور ان کے متبعین نے محض ان کے فتنہ میں شامل ہو جانے کی وجہ سے ان پر کلام کیا ہے، حالانکہ وہ معذور تھے اور انھوں نے بعد میں توبہ و انابت بھی کر لی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کے باوجود ابوزرعہ اور علامہ عقیلی وغیرہ نے اسی بنا پر ان سے روایت ترک کردی ہے، علامہ عقیلی نے تو ان کا ذکر اپنی کتاب "کتاب الضعفاء" میں کیا ہے، جس پر امام ذہبی بہت برہم ہوئے، انھوں نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

افما لك عقل یا عقیلی؟ | اے عقیلی تم کس کے متعلق کلام
اتدری فیمن تتکلم ۳۳ہ | کر رہے ہو، کیا تمہیں کچھ عقل بھی ہے؟

یحیٰ ابن معین

ابوزکریا یحیٰ بن معین المری البغدادی، امام المحدثین اور امام جرح وتعدیل ہیں ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے، مدینہ میں ذی قعدہ ۲۳۳ھ میں انتقال ہوا جس تخت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اسی تخت پر آپ کو بھی غسل دیا گیا پھر جنت البقیع جیسے بابرکت قبرستان میں ہمیشہ کے لیے آسودۂ خواب ہوئے، ان کی روایات حدیث کی تمام کتابوں میں ہیں۔

یحییٰ ابن معین بھی ان سات لوگوں میں سے ہیں جن کو اسحاق بن ابراہیم نے دربارِ خلافت میں مامون کے پاس بھیجا تھا، اور جنھوں نے مامون کی دعوت کو دل سے ناپسند کرتے ہوئے قبول کرلیا تھا۔ چنانچہ یہی چیز ان کے حق میں سببِ جرح ہوگئی، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام احمد فرمایا کرتے تھے: أكره الكتابة عمن أجاب فى المحنة كيحيى، وأبى نصر التمار (جن لوگوں نے دورِ ابتلا، میں مامون کی دعوت پر لبیک کہا، مثلاً یحییٰ بن معین، ابونصر التمار، میں ان سب سے کتابتِ حدیث کو مکروہ سمجھتا ہوں) پھر امام ذہبی برات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأما يحيى فقد قفز القنطرة | یحیٰی بن معین تو پل پار کرچکے ہیں، کیوں
يعنى بروایة الشیخین له | کہ شیخین نے ان سے روایت لی ہے
فلا یلتفت الی ما قیل | لہٰذا ان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے
فیه ۳۴ہ | اس کی جانب توجہ نہیں کی جائے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احمد بن منصور الرمادی

احمد بن منصور بن سیار "رمادہ" (یمن) کے رہنے والے تھے، ان کے اساتذہ میں ابو النصر ہاشم بن القاسم، عبد المجید بن عبد العزیز ابن أبی روّاد، حجاج المصیصی، زید بن الحباب اور عبد الرزاق وغیرہ ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ابن ماجہ، ابن شریح ابن أبی حاتم اور ابو عوانہ ہیں، حدیث سے ان کے شغف کا حال یہ تھا کہ جب بھی کسی قسم کی شکایت ہوتی، محدثین کو جمع کرتے، حدیثیں پڑھواتے اور شفایاب ہو جاتے[۳۵] ۲۶۵ھ میں انتقال ہوا، ان کا مسلک خلقِ قرآن کے معاملے میں توقّف کا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ابو داؤد سے کہا گیا کہ آپ الرمادی سے روایت کیوں نہیں لیتے تو کہا کہ رأیته یصحب الواقفة فلم أحدث عنه[۳۶] (میں نے ان کو مسئلہ خلقِ قرآن میں توقّف کرنے والوں کے ساتھ دیکھا اس لیے روایت نہیں لی)

حافظ نے تقریب میں ان کے بارے میں یہ حکم لگایا ہے: ثقة حافظ طعن فیه أبو داود لمذهبه فی الوقف فی القرآن[۳۷] (ثقہ اور حافظِ حدیث ہیں لیکن امام ابو داؤد نے خلقِ قرآن کے مسئلہ میں ان کے توقف کی وجہ سے ان پر طعن کیا ہے)

حالانکہ توقف کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا کہ وہ سببِ طعن بنتا، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے مشاجراتِ صحابہ کے دور میں بعض صحابہ الگ تھلگ رہے۔

حسین الکرابیسی

حسین بن علی بن یزید الکرابیسی، امام شافعی کے شاگرد ہیں، بلکہ آپ کا شمار کبار تلامذہ میں ہوتا ہے۔ ۲۴۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مسئلہ خلقِ قرآن کی وجہ سے آپ بھی لوگوں کی نظروں سے گر گئے حنابلہ نے آپ کو الگ تھلگ اس لیے رکھا کہ حضرت امام احمدؒ نے ان کے سلسلے میں کلام کیا، اس لیے کہ امام احمدؒ کا مسلک تھا "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" لہٰذا جو کہے "القرآن مخلوق" تو وہ جہمی ہے[۳۸] جبکہ حسین الکرابیسی کا مسلک تھا "القرآن غیر مخلوق، ولفظی به مخلوق" جب امام احمد کی ناراضگی کی اطلاع ان کو ہوئی تو انھوں نے افسوس اور تعجب کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اظہار کرتے ہوئے کہا:

ماندری ایش نعمل	اس نوجوان کے ساتھ کیا کیا جائے،
بهذا الفتى، ان قلنا:	اگر کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے تو بھی کہتا
مخلوق، قال: بدعة، وان	ہے یہ بدعت ہے اور اگر کہتا ہوں کہ
قلنا: غیر مخلوق، قال: بدعة.	غیر مخلوق ہے تو بھی اسے بدعت قرار دیتا ہے

ابن مندہ نے تو یہاں تک ذکر کیا ہے کہ امام بخاری، کرابیسی کے ساتھ تھے، انھوں نے "لفظی بالقرآن" مخلوق کا فقرہ انہی سے لیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ

نعمان بن ثابت الکوفی الامام، مذہبِ اہل سنت والجماعت کے روحِ رواں ہیں، ہر دور میں آپ کے فروعی مسلک سے وابستہ حضرات کی تعداد بکثرت رہی ہے، بلکہ ایک عرصہ تک قضاۃ اور حجوں کا تقرر بھی حنفیت کے ساتھ اسی وجہ سے مشروط رہا ہے کہ جس قدر گرفت مسائل کی، اور زور قوتِ استدلال کا اس مسلک میں ہے وہ کسی میں نہیں ہے، آپ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپ یحییٰ بن معین کے دور تک جرح سے محفوظ رہے، لیکن جب فتنۂ خلقِ قرآن ابھر کر سامنے آیا، تو دوسرے علماء کی طرح آپ پر بھی طعن وتشنیع کیا گیا، علامہ کشمیری لکھتے ہیں:

نُقل عنه (ابن معین)	ابن معین سے منقول ہے کہ میں
أنی لم أسمع أحدًا یجرح	نے کسی کو حضرت امام ابوحنیفہ پر جرح
علی أبی حنیفة رحمة الله	کرتے ہوئے نہیں سنا، اس سے معلوم
فعلم ان الامام الهمام رحمة	ہوا کہ حضرت الامام، ابن معین کے دور
الله تعالیٰ لم یکن مجروحًا الی	تک مجروح نہیں تھے، پھر امام احمد کا مشہور
زمن ابن معین، ثم وقعت وقعة	واقعہ پیش آیا اور لوگوں کے بارے میں
الامام احمد رحمہ الله، وشاع	مختلف باتیں عام ہوئیں، محدثین کی جماعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماشاء، وصارت جماعة المحدثين فيه فرقاً، والاقبل تلك الوقعة توجد في السلف (جماعة) تفتي بمذهبه[۳۹]

فرقوں میں تقسیم ہوگئی، ورنہ اس واقعہ سے پہلے سلف میں ایک جماعت تھی جو حضرت الامام کے مسلک پر فتویٰ دیتی تھی۔

علامہ زاہد کوثری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب "تانیب الخطیب" میں امام ابوحنیفہ اور اصحاب ابی حنیفہ کے متعلق یہی لکھا ہے کہ متوکل کے دور میں یہ فتنہ دب تو گیا، مگر دوسری نوعیت سے پھر ابھرا، اس طور پر کہ تنقید کی تلوار تیز ہوئی حتی کہ:

فرموه وأصحابه عن وتر واحد، ودوّنوا فيه وفي أصحابه مثالب مختلقة بأسانيد مركبة، أوحتها إليهم غضبتهم الظالمة، فجعلوا رقابهم بأيدي أبي حنيفة وأصحابه في الآخرة يسامحونهم إذا شاؤوا ويقتصون منهم إذا أرادوا، كما كانت أقفيتهم بأيدي قضاتهم في الدنيا باعترافهم، ومسامحتهم هي الجديرة بما عُرف عن أبي حنيفة وأصحابه من سعة الصدر وكرم الخلال نحو جهلة المعتدين[۴۰]

لوگوں نے ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پر طعن کیا، ان کے اور ان کے اصحاب کے سلسلے میں مختلف قسم کے عیوب کچھ ایسی سندوں سے مدوّن کیے، جن کا القا بھڑکتے غصے نے کیا تھا، چنانچہ انھوں نے آخرت میں اپنی گردنیں حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے ماننے والوں کے ہاتھوں میں دے دی ہیں، کہ وہ لوگ چاہیں تو معاف کریں اور چاہیں تو بدلہ لیں، جیسا کہ انھوں نے اپنی گردنیں دنیا میں حنفی قاضیوں کو دے رکھی ہیں، اور چشم پوشی کشادہ قلبی اور ظلم وزیادتی کرنے والے جاہلوں کے سلسلے میں کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ کرنا تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا معمول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جرح وتعدیل کی بنیاد، بعد کے ادوار میں، فتنۂ خلق پر رکھ دی گئی، آج کی دستیاب کتب جرح وتعدیل میں اس طرح کی زیادتیاں بھری پڑی ہیں، ہر چند کہ ان کی تردید بھی کسی نہ کسی نوعیت سے اسی جگہ، یا دوسری جگھوں پر موجود ہے، لیکن بعض اوقات، ذہن سے ایسا ذہول ہوتا ہے کہ آدمی معتبر لوگوں کے بارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بھی کچھ سے کچھ کلام کر بیٹھتا ہے۔ اس سلسلے میں ابن دقیق العید کا مشہور جملہ ہر وقت سامنے رہنا چاہیے:

أعراض المسلمين حفرة من حفر النار وقف على شفيرها طائفتان من الناس: المحدثون والحكام ۱۷؎ (مسلمانوں کے ناموس جہنم کا ایک گڑھا ہے جس کے کنارے دو قسم کے لوگ کھڑے ہیں: محدثین اور حکام)

حواشی ومراجع

۱؎ تاریخ المذاہب الاسلامیہ: شیخ محمد ابوزہرہ، اردو ترجمہ، پروفیسر غلام احمد حریری، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند ۱۹۹۵ء ص ۱۷۵

۲؎ مقالات الاسلامیین: ابوالحسن الاشعری ۱/۲۱۶

۳؎ البدایہ والنہایہ: ابن کثیر، مکتبۃ المعارف بیروت، طبع ۷، ۱۴۰۸ھ ۹/۳۵۰

۴؎ میزان الاعتدال: شمس الدین الذہبی، مطبوعہ: دار الفکر ۱/۳۳۲

۵؎ الأعلام: خیر الدین الزرکلی، دار العلم للملایین، بیروت، طبع ۶، ۱۹۸۴ء ۲/۱۴۱

۶؎ البدایہ والنہایہ: ۱۰/۲۸۱ ۷؎ ایضاً ۱۰/۲۷۵

۸؎ المامون: علامہ شبلی نعمانی، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء ص ۲۱۲

۹؎ ایضاً ص ۲۱۳

۱۰؎ البدایہ والنہایۃ: ۱۰/۲۷۵

۱۱؎ تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص ۲۰۶

۱۲؎ البدایہ والنہایہ: ۱۰/۲۸۰

۱۳؎ تفصیل کے لیے دیکھئے: البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۷۲-۲۷۴

۱۴؎ تاریخ دعوت و عزیمت: مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ: مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام، لکھنو، بار پنجم ۱۴۰۳ھ، ۱/۹۷-۹۹ بحوالہ تاریخ الاسلام للذہبی، ترجمہ الامام احمد: ۴۱-۴۹

۱۵؎ البدایہ والنہایہ: ۱۰/۳۳۵

۱۶؎ قواعد فی علوم الحدیث، مقدمہ اعلاء السنن تعلیق عبد الفتاح ابو غدہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، دیوبند، ۲۰۰۰ء، ۱۹/۳۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۸ہ الحدیث والمحدثون : محمد ابو زہو : دار الکتاب العربی بیروت لبنان، ۱۴۰۴ھ ص ۲۳۱

۱۹ہ خلاصہ از قواعد فی علوم الحدیث، مقدمہ اعلاء السنن، ۱۹/ ۳۷۰

۲۰ہ الفرق بین الفِرَق : عبد القاہر بن طاہر البغدادی، دار المعرفۃ۔ بیروت ص ۱۲۴

۲۱ہ السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی : الشیخ مصطفیٰ السباعی : المکتب الاسلامی، بیروت

طبع چہارم ۱۴۰۵ھ، ص ۱۴۲

۲۲ہ تہذیب التہذیب، ترجمہ الامام ابن حجر : دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۳ھ ۳۶/۵

۲۳ہ الکاشف، ترجمہ الامام شمس الدین الذہبی، دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ، جدہ ۱۴۱۳ھ ۱۵۷/۲

۲۴ہ ہدیٰ الساری مقدمہ فتح الباری، ابن حجر، طبع بولاق، ۱۳۰۰ھ ص ۹۱۴

۲۵ہ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم الرازی، مطبوعہ : حیدر آباد دکن ۱۳۷۱ھ

۲۶ہ قاعدہ فی الجرح والتعدیل (اربع رسائل) مصنف : تاج الدین السبکی : تحقیق و تعلیق :

عبد الفتاح ابو غدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب، طبع پنجم، ۱۴۱۰ھ ص ۳۶

۲۷ہ کتاب الانساب، الحافظ ابو سعد السمعانی، مطبوعہ : دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ ۴/ ۲۵۹

۲۸ہ الکاشف : ۷۳/۲

۲۹ہ تہذیب التہذیب : ۴/ ۲۲۰

۳۰ہ ایضاً ۴/ ۲۲۳ ۳۱ہ ایضاً ۳۲ہ ایضاً ۴/ ۲۲۴

۳۳ہ میزان الاعتدال، شمس الدین الذہبی، دار الفکر، ۳/ ۱۴۰

۳۴ہ ایضاً ۴/ ۲۱۰

۳۵ہ ۳۶ہ تہذیب التہذیب : ۱/ ۵۷

۳۷ہ تقریب، ابن حجر، المکتبہ الاشرفیہ دیوبند، ۱۴۰۸ھ، ص ۸۵، ۱۱۲

۳۸ہ تہذیب التہذیب : ۱/ ۵۳۶

۳۹ہ فیض الباری : العلامہ انور شاہ کشمیری۔ المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند ۲۰۰۰، ۱/ ۱۶۹، کتاب العلم،

باب العلم قبل القول والعمل۔

۴۰ہ تانیب الخطیب، المحدث محمد زاہد الکوثری، مطبوعہ ۱۴۱۰ھ، ص ۶

۴۱ہ الاقتراح فی بیان الاصطلاح ــــ علی بن دقیق العید، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت :

۱۴۱۷ھ، ص ۴۴۳

© rasailojaraid.com